توحیدِ عملی یا اخلاص فی العبادت کے انفرادی اور اجتماعی تقاضے

(سورہ زمر تا سورہ شوریٰ کی روشنی میں)

——— (یہ مقالہ محاضراتِ قرآنی منعقدہ مارچ ۸۴ء میں پیش کیا گیا) ———

عاکف سعید فیلو (رفیق) قرآن اکیڈمی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۔ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۔ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم

جناب صدر، محترم علمائے کرام اور معزز حاضرین! میرے مقالے کا عنوان، جیسا کہ آپ حضرات نے سماعت فرمایا، کچھ یوں ہے "توحیدِ عملی یا اخلاص فی العبادت کے انفرادی اور اجتماعی تقاضے: سورۃ زمر تا سورۃ شوریٰ کی روشنی میں"۔ یہ عنوان قدرے طویل بھی ہے اور کسی حد تک عسیر الفہم بھی۔ لہٰذا ابتداء میں مجھے عنوان کے سلسلے میں بعض چیزوں کی وضاحت کرنا ہوگی۔

سب سے پہلی وضاحت کا تعلق، فطری طور پر، اس بات سے ہے کہ اس عنوان کا انتخاب کیوں ہوا! تو صورت واقعہ یہ ہے کہ آج سے چند ماہ قبل والد محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے مسجد شہداء میں اپنے سلسلہ وار درسِ قرآن کے ضمن میں سورۃ شوریٰ کا درس دیا تھا۔ دورانِ درس انہوں نے توحید نظری اور توحید عملی کے فرق کو وضاحت سے بیان کیا اور خصوصاً اس نکتے کو بہت خوبصورتی سے واضح کیا کہ اقامتِ دین درحقیقت توحید عملی کا لازمی تقاضا ہے۔ جو اجتماعی سطح پر سامنے آتا ہے۔ بعد ازاں والد صاحب ہی کے کہنے پر میں نے ان نکات کو مدنظر رکھتے ہوئے سورۃ زمر تا سورۃ شوریٰ کے مضامین کا اجمالی جائزہ

مرتب کیا جو اصلاً تو ماہنامہ حکمتِ قرآن کے لئے تھا تاہم موقع کی مناسبت سے محاضراتِ قرآنی کے پلیٹ فارم سے آپ حضرات کے سامنے پیش کر رہا ہوں ۔

دوسری بات جو مجھے تمہیداً عرض کرنی ہے وہ قرآن حکیم کی سورتوں کے گروپ سے متعلق ہے ـــــ قرآن حکیم کی سورتوں کی ایک تقسیم وہ ہے جو دورِ صحابہؓ سے منقول ہے یعنی سات احزاب کی صورت میں قرآن حکیم کی سورتوں کی تقسیم ـــ اس تقسیم سے ہم سب بخوبی واقف ہیں ـــ اس تقسیم کا پس منظر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اکثر صحابہؓ کا یہ معمول تھا کہ وہ ایک ہفتے میں قرآن پاک کی تلاوت مکمل کر لیا کرتے تھے ۔ چنانچہ سہولت کی غرض سے قرآن کو سات لگ بھگ مساوی حصوں میں تقسیم کر لیا گیا ۔ لیکن اس تقسیم میں یہ امر ملحوظ رہا کہ سورتوں کے حصار ٹوٹنے نہ پائیں ۔ یہی وجہ ہے کہ ان احزاب کے حجم میں کسی قدر تفاوت رہ گیا ہے ۔ اوسطاً ہر حزب ساڑھے چار یا پانچ پاروں پر مشتمل ہے ۔

قرآن حکیم کی سورتوں کی ایک گروپ بندی ماضی قریب میں کی گئی ۔ اس کی رُو سے بھی قرآن حکیم کی سورتوں کے سات ہی گروپ وجود میں آتے ہیں ۔ اس تقسیم کو منظرِ عام پر لانے کا سہرا جس مکتبِ فکر کے سر ہے اس کے بانی امام حمید الدین فراہیؒ تھے ۔ مولانا قرآن سے ایک خصوصی شغف رکھتے تھے اور ان کا خاص موضوع تھا نظمِ قرآن ۔ یعنی قرآن حکیم کی سورتوں اور آیات کے مابین ربط و تعلق ۔ نئی تقسیم کے تحت قرآن حکیم کی سورتوں کی جو گروپ بندی کی گئی ہے اس میں مکی اور مدنی سورتوں کی ترتیب کو مدِنظر رکھا گیا ہے ـــــ اس حقیقت سے ہم سب واقف ہیں کہ قرآن حکیم کا قریباً ⅔ حصہ مکے میں نازل ہوا اور بقیہ ⅓ حصے کا نزول مدینے میں ہوا ۔ اور یہ بات بھی کسی سے مخفی نہیں کہ مصحف کی ترتیب نزولی ترتیب سے بہت مختلف ہے ۔ اور ایسا بھی نہیں ہے کہ مکی سورتوں اور مدنی سورتوں کو اس طور سے علیحدہ علیحدہ جمع کر دیا گیا ہو کہ پہلے تمام مکیات آجائیں اور بعد میں مدنی سورتیں ـــــ بلکہ صورتِ واقعہ یہ ہے کہ مکی اور مدنی سورتیں مصحف میں منتشر (Scattered) حالت میں ہیں ـــ بادی النظر میں مکیات اور مدنیات کی اس تقسیم میں کوئی واضح ترتیب نظر نہیں آتی ۔ لیکن درحقیقت معاملہ وہی ہے کہ ؏

ربطِ محکم اسی بے ربطیٔ تحریر میں ہے

چنانچہ جب ان مکی اور مدنی سورتوں کی اس بظاہر بے ربط تقسیم کا بنظرِ غائر جائزہ لیا گیا تو

اس میں ایک خوبصورت ترتیب اور نہایت بامعنی تقسیم کا مشاہدہ ہوا۔ اس تقسیم کی رو سے قرآن کی سورتوں کے جو سات گروپ بنتے ہیں ان میں سے ہر ایک کا آغاز ایک یا ایک سے زائد مکّی سورتوں سے ہوتا ہے اور اختتام ایک یا ایک سے زائد مدنی سورتوں پر ۔ اور اس طرح مکّی اور مدنی سورتوں کے باہم ملنے سے ایک گروپ کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر قرآن حکیم کی سب سے پہلی سورۃ، سورۃ فاتحہ ہے جو مکّی سورۃ ہے۔ اس کے بعد چار طویل مدنی سورتیں ہیں (یعنی سورۃ البقرہ، آل عمران، نساء اور المائدہ)۔ یہ ایک گروپ ہوا۔ پھر سورۃ انعام اور اعراف مکّی ہیں اور انفال اور توبہ مدنی سورتیں ہیں۔ ان کے مجموعے سے دوسرا گروپ تشکیل پاتا ہے۔ تیسرے گروپ میں سورۃ یونس، سورۃ ھود، سورۃ یوسف، سورۃ الرعد، سورۃ ابراہیم اور سورۃ الحجر مکّی سورتیں ہیں جبکہ مدنی سورۃ صرف ایک ہے یعنی سورۃ نحل۔ اس طرح یہ گروپ مکمّل ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس!

فراہی مکتب فکر ہی کے حوالے سے یہ بات بھی سامنے آئی کہ ہر گروپ کا ایک مرکزی مضمون یا عمود ہوتا ہے۔ عمود کی اصطلاح کا ذکر ہمیں شاہ ولی اللہ کے ہاں بھی ملتا ہے ـــــ بہرکیف اس تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح تصویر کے دو رُخ ہوتے ہیں۔ جن کے اجتماع سے تصویر مکمّل ہوتی ہے۔ اسی طرح سورۃ کے عمود یا مرکزی مضمون کے بھی عموماً دو رُخ ہوتے ہیں۔ ایک رُخ گروپ میں شامل مکّی سورتوں سے واضح ہوتا ہے تو دوسرے رُخ کو اسی گروپ میں شامل مدنی سورتیں نمایاں کرتی ہیں۔ گویا ہر گروپ میں شامل مکّی اور مدنی سورتیں مل کر ایک مضمون کی تکمیل کرتی ہیں ـــــ بلاشبہ نظمِ قرآن کے فہم کے ضمن میں یہ تحقیق ایک کلید کی حیثیت رکھتی ہے۔

زیرِ نظر مقالے میں مجھے جن چار سورتوں کے حوالے سے توحید عملی کے انفرادی اور اجتماعی تقاضوں پر گفتگو کرنی ہے ان کا تعلق مذکورہ بالا تقسیم کے تحت وجود میں آنے والے سات گروپوں میں سے پانچویں گروپ کے ساتھ ہے۔ جس کا آغاز ۲۲ ویں پارے میں سورۃ سباء سے اور اختتام سورۃ الحجرات پر ہوتا ہے جو ۲۶ ویں پارے کے نصف آخر میں ہے ـــــ اس گروپ کا مرکزی مضمون "توحید" ہے۔ گروپ میں شامل مکّی سورتوں میں اثباتِ توحید اور ابطالِ شرک کا بیان نہایت شد و مد کے ساتھ اور انتہائی جامع اور پُرجلال انداز میں ہوا۔ سورۃ یٰسٓ اسی گروپ میں شامل ہے جو بلاشبہ توحید کے بیان میں ایک

منفرد شان کی حامل سورۃ ہے۔ غالباً اسی لئے حضورؐ نے اس سورۃ کو قلبِ قرآن قرار دیا تھا۔

_____ بیان توحید کے ضمن میں اس گروپ کی مکی سورتوں میں ہمیں ایک دلچسپ تقسیم نظر آتی ہے۔ اس سلسلے کی پانچ پہلی مکی سورتیں یعنی سورۃ سبا، سورۃ فاطر، سورۃ یٰسٓ، سورۃ صٓفٰت اور سورۃ صٓ توحید کے اعتقادی پہلو یعنی توحید نظری یا توحید فی المعرفۃ سے بحث کرتی ہیں اور بعد کی چار سورتیں یعنی سورۃ زمر، سورۃ مومن، سورۃ حٰم السجدہ اور سورۃ شوریٰ درحقیقت توحیدِ عملی یا توحید فی الطلب کے مباحث پر مشتمل ہیں ۔

توحیدِ نظری یا توحید فی المعرفۃ اور توحیدِ عملی یا توحید فی الطلب ایسی اصطلاحات کی وضاحت سے قبل میں چاہوں گا کہ ہم لفظ توحید کے اصل مفہوم کی جانب توجہ کو مرکوز کریں ۔ اس مفہوم کی جانب رہنمائی بھی والد محترم کے درس کے ذریعے ہوئی _____ ایک حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں وَحِّدُوا اللّٰہَ فان التوحید رأس الطاعات _____ وَحِّدُوا فعل امر ہے اور باب تفعیل ہے۔ باب تفعیل کی خاصیت ہے کہ اس میں اہتمام اور تدریج پائی جاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ توحید ایک پیہم عمل ہے ۔ بالکل اسی طرح جیسے لفظ تعلیم کے معنی ہیں درجہ بدرجہ سکھانا اور تنزیل کے معنی ہیں جستہ جستہ اتارنا ۔ اسی طرح توحید بھی ایک پیہم عمل ہے۔ اس کے کئی مراحل ہیں۔ محض کلمہ پڑھ لینے سے توحید کی آخری منزل تک رسائی نہیں ہو جاتی بلکہ اللہ کو ایک مان کر پوری مستقل مزاجی اور استقامت کے ساتھ پیہم اس کی اطاعت کی روش پر کاربند ہو جانا اور شرک کی ہر آلائش کو اپنے فکر و عمل سے دور کرتے چلے جانا درحقیقت توحید ہے ۔ ایک موحد کی قلبی کیفیات کا اظہار دراصل وہ نعرۂ مستانہ ہے جو حضرت ابراہیم نے شرک کی ظلمتوں میں ڈوبے ہوئے معاشرے میں بلند کیا تھا۔ کہ اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۔

اب ہم توحیدِ نظری اور توحید عملی کی اصطلاحات کی طرف آتے ہیں ۔ توحید نظری یا توحید اعتقادی کے لئے امام ابن تیمیہ نے توحید فی المعرفۃ کی اصطلاح اختیار کی ہے مراد یہ ہے کہ انسان اعتقادی طور پر اللہ کو ایک جانے ، ایک مانے ، اس کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک نہ کرے ۔ کسی کو اس کا ضد، ند، مثل، مثیل، ہم کفو یا ہم پلہ نہ قرار دے۔ گویا توحید فی الذات اور توحید فی الصفات دونوں کو جمع کر دیا جائے تو یہ ہو گی توحید

نظری یا توحید فی المعرفۃ ـــــ دوسری جانب توحید عملی کے لئے امام ابن تیمیہؒ کی اصطلاح ہے توحید فی الطلب۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کی پوری زندگی اسی کی بندگی کے سانچے میں ڈھل جائے۔ زندگی کے ہر معاملے میں وہ اللہ کی اطاعت کے اصول پر کاربند ہو۔ شیطانی ترغیبات، نفس کی خواہشات وشہوات اور معاشرے کا دباؤ ان میں سے کوئی چیز اللہ کی بندگی اور اس کی اطاعت کے آڑے نہ آنے پائے۔ گویا بندگی، پرستش اور اطاعت اسی اللہ کے لئے خالص ہو جائے۔ عملی زندگی میں اللہ کی اطاعت کے دائرے سے باہر مخلوقات میں سے کسی کی اطاعت اگر ہوگی تو یہی شرک فی الاطاعت یا شرک فی العبادت ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے لاطاعۃ لمخلوقٍ فی معصیۃِ الخالق (کسی ایسے معاملے میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جائے گی جس سے خالق کی معصیت لازم آتی ہو۔ چنانچہ شرک فی العبادہ سے بچنا اور اطاعت کو اللہ کے لئے خاص کر لینا ہی توحید عملی کا تقاضا ہے۔ گویا توحید جب انسان کے عمل میں سرایت کرتی ہے تو بندگیٔ رب کی صورت میں ظہور کرتی ہے۔

ـــــ اجمالاً یہ جان لیجئے کہ توحید عملی کی دو سطحیں ہیں۔ ایک انفرادی سطح اور دوسری اجتماعی سطح۔ انفرادی سطح پر توحید عملی یہ ہوگی کہ ہر فرد اپنی ذات میں اللہ کا بندہ بن جائے۔ صرف اسی کی بندگی اور اطاعت کرے۔ بندگی اور اطاعت میں کسی اور کو اس کا شریک نہ کرے۔ جبکہ اجتماعی سطح پر توحید عملی کا تقاضا یہ ہوگا کہ حاکمیتِ غیر کے ہر تصور کی نفی کر کے معاشرے پر بحیثیت مجموعی اللہ کے دین اور اس کی شریعت کو غالب ونافذ کیا جائے۔ اور حاکمیت الٰہی کے تصور پر مبنی نظام عدل وقسط بالفعل قائم کر دیا جائے۔ ہم دیکھیں گے کہ توحید عملی کا بیان ان چار سورتوں یعنی سورۃ زمر، سورۃ مؤمن، سورۃ حم السجدہ اور سورۃ شوریٰ میں ایک خاص تدریج کے ساتھ سامنے آتا ہے۔

چنانچہ سورۃ زمر سے توحید عملی کی بحث کا آغاز ہوتا ہے۔ اس سورۃ میں توحید عملی کے انفرادی پہلو یعنی بندگیٔ رب کے مضمون کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ سورۃ کے آغاز میں حضورؐ کو ان الفاظ میں مخاطب کیا گیا ہے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۞ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ـــــ " اے نبیؐ! ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے۔ پس آپ بندگی کریں اللہ کی۔ اطاعت کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے۔ آگاہ رہو! اللہ ہی کے لئے ہے دین خالص یعنی مخلصانہ اطاعت "

_____ اور یہ عبادت رب اور اخلاص فی الدین کا مضمون اس سورۃ میں جابجا مختلف اسالیب سے سامنے آتا ہے۔ چنانچہ آیات ۱۱ تا ۱۴ میں پھر اسی مضمون کی تکرار ہے۔ فرمایا: قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ۔ "اے نبی! آپ کہہ دیجئے مجھے تو حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی بندگی کروں، اطاعت کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے۔ آگے ارشاد ہے۔ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ مجھے تو یہ حکم ہے کہ میں خود سب سے پہلے فرمانبردار بنوں۔ یعنی جب نظری اور علمی طور پر توحید کا قائل ہوں تو اپنے عمل سے اس کا مظاہرہ کیوں نہ کروں۔ قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ۔ " اور اے نبی کہہ دیجئے کہ اگر میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو مجھے اس بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے _____ پھر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ببانگ دہل کہلوایا گیا کہ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ ۔ اے نبی! کہہ دیجئے کہ میں تو اللہ ہی کی بندگی اور پرستش کرتا ہوں۔ دین اور اطاعت کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ آغاز سورۃ میں جو الفاظ آئے کہ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ۔ انہی الفاظ کو مختلف اسالیب سے بتکرار سامنے لایا جا رہا ہے۔ سورۃ بیّنہ میں بھی یہ الفاظ اسی ترتیب کے ساتھ وارد ہوئے ہیں کہ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ لیکن میں نہیں سمجھتا کہ یہ الفاظ قرآن حکیم میں کسی اور مقام پر اتنے اہتمام سے اور بتکرار وارد ہوئے ہوں ___ حقیقت یہ ہے کہ توحید عملی کا اوّلین تقاضا یہ ہے کہ بندگی کسی اور کی نہ ہو۔ سوائے اللہ کے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اور اطاعت خالص ہو جائے اللہ کے لئے۔ اللہ کی اطاعت سے آزاد کسی غیر کی مرضی کے سامنے جھک گئے تو یہی شرک فی العبادۃ ہے۔ اور یہ بات نہایت شدّومد کے ساتھ سورۃ زمر کے آخر میں حضورؐ کی زبان سے کہلوائی جا رہی ہے۔ نہایت اچھوتا اسلوب ہے اور یہ اس مضمون کا نقطۂ عروج ہے قُلْ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّیْٓ اَعْبُدُ اَیُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ۔ اے نبی! کہہ دیجئے کہ اے جاہلو! اے نادانو! کیا تم مجھے یہ مشورہ دے رہے ہو کہ میں اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کی عبادت اور اطاعت کرنے لگوں۔ اس سے اگلی آیت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر بالفرض محال ایسا ہو گیا تو یہ بات شرک کے زمرے میں داخل ہو جائے گی۔ وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۔

یہاں ایک نکتے کی طرف اشارہ کرتا چلوں کہ نصف پارے پر محیط یہ سورۃ چونکہ تمام تر عبادتِ رب اور اخلاص فی الدین کے مضمون کے گرد گھومتی ہے، اس لئے اس سورۃ میں جہاں بھی اہلِ ایمان کو جمع کے صیغے میں مخاطب کیا گیا تھا وہاں اس خاص امر کی رعایت کی گئی ہے۔ چنانچہ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے الفاظ کی بجائے یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (اے بندو! جو ایمان لائے ہو) اور یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ (اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے) کے الفاظ سے خطاب کیا گیا ہے۔ نہایت شفقت بھرا انداز ہے۔ اس سورۃ میں تین بار یہ اسلوب اختیار کیا گیا۔ جبکہ قرآن مجید کی کسی اور سورۃ میں اس طرح بتکرار یہ پیرایۂ خطاب کہیں اور نظر نہیں آتا[1]

سورۃ زمر کے متصلاً بعد سورۃ مؤمن ہے۔ سورۃ زمر میں جس موضوع کو مرکزی مضمون کی حیثیت حاصل تھی یعنی عبادتِ رب اور اخلاص فی الاطاعت؛ اسی کے ایک دوسرے رُخ کو اس سورۃ میں اجاگر کیا گیا ہے ـــ آپ کو معلوم ہے کہ عبادت کا مغز اور جوہر ہے "دعا" ـــ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے: الدعاء مخ العبادۃ (دعا عبادت کا جوہر ہے) بلکہ آپؐ نے تو یہاں تک فرما دیا کہ: الدعاءُ ھو العبادۃ۔ (دعا ہی دراصل عبادت ہے) چنانچہ سورۃ مؤمن کا مرکزی مضمون بھی یہی ہے یعنی "دعا" ـــ سورۃ زمر اور سورۃ مؤمن کے اسلوب میں بھی حد درجہ مماثلت نظر آتی ہے ـــ سورۃ زمر میں عبادتِ رب کا مضمون بایں الفاظ وارد ہوا تھا کہ فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ ـــ اور سورۃ مؤمن میں دعا کا مضمون بالکل اسی انداز میں بیان ہوا یعنی فَادْعُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ (اللہ کو پکارو دین کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے) ـــ اخلاص فی الدین کی قید یہاں بھی موجود ہے۔ یہ اس لئے کہ توحید عملی کا لازمی تقاضا ہے کہ دین کو یعنی اطاعت کو اللہ کے لئے خالص کر دیا جائے ـــ اسی سورۃ میں دعا کی عظمت کے ضمن میں وہ عظیم آیتِ مبارکہ بھی نازل ہوئی جو آپ میں سے اکثر نے خطباتِ جمعہ میں سنی ہوگی۔ وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ

---

[1] اس پیرایۂ خطاب کی قرآن مجید میں صرف ایک نظیر اور ملتی ہے اور وہ ہے سورۃ عنکبوت کی آیت ۵۶ جس میں فرمایا گیا: یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَۃٌ۔

جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ ـــ (اور تمہارے رب نے کہہ دیا ہے کہ مجھے پکارو۔ مجھ سے دعا کرو۔ میں تمہاری پکار کا جواب دوں گا۔" اور وہ لوگ جو تکبر اور استغنا کی وجہ سے اللہ کو پکارنے سے اور اس کے سامنے دست دعا پھیلانے سے اعراض کرتے ہیں ان کو یہاں سخت وعید سنا دی گئی کہ "یقیناً وہ لوگ جو میری عبادت سے استکبار کرتے ہیں وہ عنقریب جہنم میں داخل ہوں گے ذلیل و خوار ہو کر۔ اس آیت میں آپ حضرات نے نوٹ کر لیا ہوگا کہ عبادت اور دعا کے الفاظ ساتھ ساتھ وارد ہوئے ہیں۔ گویا یہ ایک ہی حقیقت کے دو رُخ ہیں۔

آیت نمبر ۶۶ میں پھر عبادت اور دعا کا مضمون ساتھ ساتھ وارد ہوا۔ قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ اے نبیؐ ! کہہ دیجئے کہ مجھے تو روک دیا گیا ہے اس بات سے کہ میں عبادت کرنے لگوں ان ہستیوں کی جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔ جن سے دعائیں کرتے ہو ـــ

اس سورۃ میں اہلِ جہنم کے تذکرے میں بھی دوبار دعا کا مضمون وارد ہوا ہے۔ آیت نمبر ۵۰ میں اہل جہنم اور جہنم کے پہرہ داروں کے مابین مکالمے میں یہ مضمون آیا ہے کہ ایک موقع پر جہنم کے پہرہ دار اہل جہنم کی فریاد پر تنگ آ کر یہ کہیں گے کہ فَادْعُوْا : اب پکارو اپنے رب کو اور خوب واویلا کرو۔ وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ۔ لیکن اس موقع پر کافروں کا پکارنا اور انکی دعا نتیجہ خیز نہیں ہوگی بلکہ ہوا میں تحلیل ہو کر رہ جائے گی۔ اسی طرح آیت نمبر ۷۴ میں اس سے ملتا جلتا مضمون وارد ہوا ہے۔ جہاں اہل جہنم صاف انکار کر دیں گے۔ اور کہیں گے کہ ہم اس سے پہلے کسی کو نہیں پکارتے تھے۔ بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَیْئًا

مختصراً یہ کہ سورۃ زمر اور سورۃ مؤمن دونوں توحید عملی کے اس پہلو پر بحث کرتی ہیں جو انفرادی سطح پر توحید عملی کے لازمی تقاضے کے طور پر سامنے آتا ہے ـــ یعنی عبادتِ رب اور اخلاص فی الدین جس کا ذکر پورے شرح و بسط کے ساتھ سورۃ زمر میں ملتا ہے۔ اور عبادت ہی کا ایک پہلو "دعا" جو مرکزی مضمون ہے سورۃ مومن کا۔ گویا عملی میدان میں توحید کا ایک تقاضا تو یہ ہے کہ بندگی اور پرستش صرف اللہ کی ہوگی۔ اطاعت کو تمام تر اس کے لئے خالص کرتے ہوئے اور دوسرا تقاضا یہ ہے کہ دعا بھی صرف اسی ذاتِ واحد سے

کی جائے گی۔ عملاً کسی اور کو پکارنا، دعا، استعانت یا مدد طلب کرنا توحید کے یکسر منافی ہے۔ انہی دو تقاضوں کا اقرار ہم نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے دوران کرتے ہیں کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اے پروردگار ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تجھی سے استعانت کرتے ہیں۔ مدد مانگتے ہیں یعنی ہر حال میں صرف تجھی کو پکارتے ہیں۔

سورۃ زمر اور سورۃ مومن کے بعد سورۃ حٰم السجدہ اور سورۃ شوریٰ ہیں۔ مؤخر الذکر دو سورتوں میں توحید عملی کے ان تقاضوں کا ذکر ہے جن کا تعلق اجتماعی سطح سے ہے۔ یعنی انفرادی سطح پر تو توحید عملی کا تقاضا بندگیٔ رب اور دعا کی صورت میں سامنے آیا اب بقیہ دو سورتوں میں یہ بات سامنے آ رہی ہے کہ اجتماعی سطح پر توحید عملی کا تقاضا کیا ہے! یعنی معاشرے اور نظام پر توحید کس صورت میں اثر انداز ہوتی ہے ـــــ اور اس سطح پر توحید کس بات کی متقاضی ہوتی ہے! ـــــ اجتماعی سطح پر توحید عملی کا جو تقاضا سامنے آتا ہے اس کے دو رُخ ہیں یا یوں کہہ لیں کہ دو پہلو یا دو مراحل ہیں۔ ایک پہلو تو یہ ہے کہ جب انسان اپنی ذات کی حد تک عبادت رب پر کاربند ہو جائے اور واقعتہً اطاعت کو اسی کے لئے خالص کر دے تو اب توحید ہی کا یہ تقاضا ہے کہ خلق کو اللہ کی بندگی کی طرف بلائے۔ دوسروں کو بھی اسی بات کی دعوت دے۔ اس لئے کہ ہر انسان اپنے معاشرے کا جزو ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ معاشرے پر توحیدی رنگ غالب کرنے کے لئے جد و جہد کرے۔ چنانچہ پہلا مرحلہ یہی ہے کہ وہ خلق کو اللہ کی طرف بلائے۔ یعنی دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دے اور یہ مرکزی مضمون ہے سورۃ حٰم السجدہ کا۔ اسی طرح توحید ہی کا تقاضا ہے کہ جس نظام کے تحت وہ زندگی بسر کر رہا ہے وہ نظام بھی حاکمیت الٰہی کے اصول پر مبنی نظام ہو۔ اور اگر نظام غیر اللہ کی حاکمیت پر مبنی ہے تو ایک مشرکانہ نظام ہے اور کسی موحد کے لئے اس ماحول میں سانس لینا بھی حرام ہے۔ الا آنکہ وہ اس کو بدلنے کے لئے بھرپور جد و جہد کرے۔ چنانچہ اگر وہ فی الواقع توحید کا قائل ہے تو پھر توحید کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے دین کو قائم کرے اور عدل و قسط پر مبنی نظام رائج و نافذ کرے۔ بالفاظِ دیگر دوسرا مرحلہ ہے اقامت دین اور یہ مرکزی مضمون ہے سورۃ شوریٰ کا جو ترتیب کے اعتبار سے ان چار سورتوں میں آخری ہے ـــــ!!!

سورۃ حم السجدہ کی آیات ۳۳ تا ۳۶ میں دعوت الی اللہ کا مضمون بڑے جامع اور دلنشین انداز میں وارد ہوا ہے ۔ ان آیات میں مقامِ دعوت کے ساتھ ساتھ دعوت کے لوازم کو بھی سمو لیا گیا ہے ۔ فرمایا ۔ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ " اس شخص سے بہتر بات کس کی ہوگی جس نے بلایا اللہ کی طرف اور عمل کئے صالح اور کہا کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں" ۔۔۔۔ اگلی آیت میں مقامِ دعوت کی مناسبت سے ہدایات بھی دے دیں کہ وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ط اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ " نیکی اور بدی برابر نہیں ہیں ۔ دفاع کر و اس طور سے جو بہترین ہو ۔ نتیجۃً وہی شخص کہ تمہارے اور اس کے مابین عداوت تھی ایسے ہو جائے گا گویا گرم جوش ساتھی ۔

داعی کے لئے ایمان کس درجے کا مطلوب ہے اس کی جانب اشارہ کر دیا گیا ۔ اس سورۃ کی آیت نمبر ۳۰ میں کہ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا " یقینا وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر جم گئے " اس مرحلے پر غیر متزلزل ایمان اور حد درجہ استقامت مطلوب ہے ۔

آیت نمبر ۳۵ میں یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا اس مقام تک وہی پہنچ پاتے ہیں جن میں صبر کرنے اور برداشت کرنے کا مادہ موجود ہو ۔

اس کے بعد آتی ہے سورۃ شوریٰ جس کے بارے میں عرض کیا جا چکا ہے کہ اس کا مرکزی مضمون " اقامتِ دین " ہے ۔ اس موقع پر یہ بات ذہن نشین رہے کہ اقامتِ دین کا مضمون یہاں توحید عملی کے اجتماعی تقاضے کے طور پر آیا ہے ۔ گویا اقامتِ دین کے تصور کے بغیر توحید نامکمل ہے ۔

اس لئے کہ توحید کا تقاضا ہے کہ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۔ حکم کا اختیار، فیصلہ کرنے کا اختیار کسی کو نہیں ہے سوائے اللہ کے ۔ جب اعتقادی طور پر ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ زمین و آسمان و ما فیہما سب اسی اللہ کے ہیں تو پھر توحید ہی کا تقاضا ہے کہ اس زمین پر صرف اسی کا حکم نافذ ہو ۔ اسی کو فی الواقع اکبر تسلیم کیا جائے ۔۔۔۔ چنانچہ سورۃ شوریٰ کے پہلے ہی رکوع میں نہایت پرشکوہ اور پرجلال آغاز کے بعد فرمایا : وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ (اور تمہیں آپس میں جو بھی اختلاف رونما ہو اس کے فیصلے کا اختیار اللہ ہی کو ہے) ۔

——— اور پھر آیات نمبر ۱۳ تا ۱۵ میں اقامتِ دین کا مضمون پوری صراحت کے ساتھ وارد ہوا۔ فرمایا: شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّينِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ (الی) لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۔ اس آیت میں ایک بات تو یہ واضح کی گئی کہ حضرت آدم سے لے کر حضورؐ تک دین ایک ہی ہے۔ آئینِ خداوندی ہمیشہ سے ایک رہا ہے۔ اور دوسرے اس اہم حقیقت پر روشنی ڈالی گئی کہ دین دیا کس لئے جاتا ہے؟ فرمایا: اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ۔ یہ دین اس لئے دیا گیا ہے کہ اسے قائم کرو یا اگر قائم ہے تو قائم رکھو، اور اس کے بارے میں آپس میں متفرق نہ ہو جاؤ۔ ساتھ ہی یہ تنبیہ بھی کردی گئی کہ یہ بات مشرکین کے لئے بہت بھاری ہے۔ باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑ کر دینِ حق کا نفاذ، ان کے مفادات کے لئے ضرب کاری کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ وہ تو اس کی بھرپور مخالفت کریں گے۔ اسی طرح اہلِ کتاب بھی دینِ حق کے غلبے کو پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھیں گے۔ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ۔ ان کی مخالفت کی دو وجوہات بھی بیان کردی گئیں۔ ایک ہے بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ۔ یعنی ایک دوسرے پر در ہونے کا برتر ہونے کا جذبہ اور دوسری وجہ یہ بیان کی گئی کہ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ۔ کہ یقیناً وہ لوگ جنہیں ہم کتاب کا وارث بناتے ہیں وہ اس کے بارے میں شک و شبہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور یہ بات انہیں حق کو قبول کرنے سے باز رکھتی ہے۔

——— لیکن ان تمام مشکلات کے باوصف حضورؐ کو حکم دیا جا رہا ہے فَلِذٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ——— اے نبیؐ! آپ تو اسی بات کی دعوت دیتے رہیے اور اپنے موقف پر ڈٹ جائیے اور ان مخالفین کی خواہشاتِ نفس کا اتباع نہ کیجئے اور علی الاعلان فرما دیجئے کہ میں تو ایمان رکھتا ہوں اس پر جو نازل کیا ہے اللہ نے کتاب میں سے اور مجھے تو حکم ہے کہ تمہارے مابین نظامِ عدل قائم کر دوں۔

سورۃ حدید کا میں نے حوالہ دیا تھا۔ وہاں یہ مضمون ان الفاظ میں وارد ہوا کہ: لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ۔ وہاں تو رسولوں کو بھیجنے اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان یعنی دین

حق نازل کرنے کی غرض و غایت ہی یہ بیان ہوئی کہ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ۔ لوگ عدل و قسط پہ قائم ہو جائیں۔ یعنی دین حق اور نظام عدل کو قائم کریں۔ اس سورۃ یعنی سورۃ شوریٰ میں بھی میزان اور کتاب کے الفاظ ساتھ ساتھ وارد ہوئے۔ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ اور حضورؐ کی زبان سے کہلوا دیا گیا کہ اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ۔ میں تو اس بات پہ مامور ہوں کہ تمہارے مابین عدل و قسط پہ مبنی نظام قائم کروں سورۃ شوریٰ میں یہ تمام مضمون توحید عملی کے اجتماعی تقاضے کے طور پہ سامنے لایا گیا ہے۔ اس لئے کہ اقامتِ دین کے بغیر توحید عملی کا ایک پہلو تشنہ اور ادھورا رہ جاتا ہے اور معاملہ رہتا ہے کہ ؎

نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے !!

اس سورۃ کی آیت نمبر ۲۱ میں موضوع کی مناسبت سے مشرکین سے ایک اچھوتا سوال کیا گیا ہے : اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ کہ کیا ان مشرکین کے بھی کچھ ایسے شریک ہیں جنہوں نے از قسم دین کوئی راستہ ان کے لئے نکال لیا ہو جس کا اللہ نے انہیں حکم نہیں دیا —— یعنی دین اور شریعت عطا کرنا، اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور حقیقت ہے کہ کسی لات یا منات نے دین یا شریعت نام کی کوئی چیز آج تک اپنے پیروکاروں کو نہیں دی۔

پھر آیت نمبر ۳۷ تا ۴۳ میں اس جماعت کے اوصاف تفصیل سے بیان ہوئے جو اقامتِ دین کے مقصد کے لئے قائم ہوئی ہو۔ اس مرحلے کے تقاضوں کی جانب بھی اشارہ کر دیا گیا کہ جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا۔ برائی کا بدلہ اس جیسی برائی ہے۔ اس مرحلے پہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جاتا ہے۔ حالانکہ سورۃ حٰم السجدہ میں مقام دعوت کے تقاضے کے ضمن میں ہم پڑھ آئے ہیں کہ لَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ : نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتے۔ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔ وہ اصل میں مقام دعوت تھا اور اس کا تقاضا یہی تھا کہ اگر کوئی ایک گال پہ تھپڑ مارے تو دوسرا بھی اس کے سامنے کر دو۔ لیکن دعوت کے مرحلے کے بعد جب اقامتِ دین کا مرحلہ آتا ہے تو یہاں تقاضے بدل جایا کرتے ہیں۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب ہاتھ کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور اینٹ کے جواب میں پتھر کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی مرحلے

کے لئے یہ آیت ہے کہ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌ۔

پھر سورہ کے اختتام پر کے قریب نہایت مؤثر انداز میں دعوت عمل دی گئی کہ اِسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰہِ مَا لَکُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ یَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَکُمْ مِّنْ نَّکِیْرٍ۔ اپنے رب کی پکار پر لبیکو اس سے پہلے پہلے کہ وہ دن آئے جس کے ٹلنے کی کوئی صورت اللہ کی طرف سے نہیں۔ اس دن تمہارے لئے کوئی جائے پناہ نہ ہوگی اور نہ کوئی تمہارے حال کو بدلنے کی کوشش کرنے والا ہوگا۔ یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ رب کی وہ کونسی پکار ہے جس پر لبیک کہنے کا حکم یہاں دیا جارہا ہے۔ اس سوال کو ذہن میں رکھ کر جب ہم اس سورت کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ پوری سورت میں اس سے پہلے صرف ایک بار جمع کے صیغے میں صیغہ امر وارد ہوا ہے اور وہ مقام ہے اس سورت کی آیت نمبر ۱۳۔ جہاں فرمایا: اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ۔ "قائم کرو دین کو" ـــــ گویا آیت نمبر ۴۷ میں جس پکار پر لبیک کہنے کی دعوت دی جارہی ہے وہ پکار اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ "دین کو قائم کرو اور اس کے بارے میں آپس میں متفرق نہ ہو جاؤ"۔

اس سورۃ کا اختتام بھی نہایت پرجلال و پرشوکت انداز میں ہوا ہے۔ پہلے وحی اور اس کی اقسام کا بیان ہے اور آخری دو آیات میں خطاب براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا...... الخ

> "اور اسی طرح (اے نبیؐ) ہم نے اپنے حکم سے ایک رُوح تمہاری طرف وحی کی ہے۔ تمہیں کچھ پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے مگر اس رُوح کو ہم نے ایک روشنی بنا دیا جس سے ہم راہ دکھلاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں۔ یقیناً تم سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کر رہے ہو، اس خدا کے راستے کی طرف جو زمین اور آسمانوں کی ہر چیز کا مالک ہے۔ خبردار رہو، سارے معاملات اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں"

اور اس طرح اقامت دین کے موضوع پر قرآن حکیم کی یہ عظیم ترین سورۃ اپنے اختتام کو

باقی ص ۴۲ پر)